ڈاکٹر مولوی ماجد علی خاں

علومِ اسلامیہ اور عقائد کا باہم ربط

راقم السطور نے حال میں ایک مضمون "ہندوستان میں مستشرقین کا علومِ اسلامیہ اور علما کو نیا چیلنج" کے عنوان سے تحریر کیا تھا جو کہ جون ۱۹۸۱ء کے "الفرقان" اور اس کے بعد دیگر رسائل و اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں دورِ جدید میں مستشرقین (یعنی وہ یہودی و عیسائی علما و مبلغین جنھوں نے علومِ اسلامیہ کا مطالعہ کر کے اسلامی عقائد و اعمال کو مسخ کرنے کی غرض سے یورپ، امریکہ و دیگر ممالک میں اسلامک اسٹڈیز کے نام سے شعبے قائم کیے ہیں اور اپنے باطل خیالات کی اشاعت کے لیے مغربی زبانوں میں اسلامیات پر ضخیم کتابوں کے انبار کے انبار لگا دیے ہیں) نے اسلامی تعلیمات کو مسخ کرنے کے لیے ایک نیا حربہ استعمال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ علومِ اسلامیہ کا مطالعہ عقائد سے الگ ہو کر ان کے زعم میں معروضی (Objective) انداز میں کیا جائے۔ چنانچہ جو لوگ مغربی یونیورسٹیوں میں قائم شدہ شعبہ ہائے اسلامک اسٹڈیز میں تعلیم پا کر یہاں آتے ہیں، یا انھوں نے مغربی اسکالرز کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، انھوں نے ان خیالات کی پُر زور تبلیغ و اشاعت شروع کر دی ہے، جس کا مظاہرہ مختلف سیمیناروں (علمی مذاکرات) میں ہوتا رہتا ہے۔ دورِ جدید میں ہندوستان کی چند یونیورسٹیوں میں قائم شدہ شعبہ ہائے اسلامک اسٹڈیز میں بھی اس قسم کا نصاب رکھا گیا ہے، جس سے مستشرقین کے باطل خیالات کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہو۔ راقم السطور مختلف سیمیناروں (علمی مذاکرات) میں اس کا اظہار کرتا رہا ہے کہ اگر کوئی شخص (خاص طور سے مسلمان) علومِ اسلامیہ کو حاصل کر کے ان میں تحقیق کرے تو اس کو عقائد و اعمال کی ان حدود کا پابند ہونا پڑے گا جس کی نشاندہی بنیادی طور پر اسلام نے کر دی ہے اور جن پر امتِ مسلمہ بلا تفریق مسلک و مذہب (فقہ) متفق ہے۔ علومِ اسلامیہ کی معروضی (Objective) اور سائنٹیفک و سسٹیمٹک (اصولی و باقاعدہ) تحقیق کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اسلام کے عقائد و اعمال سے ناتا توڑ کر اور ان سے الگ ہو کر تحقیق کی جائے۔ یہ تحقیق نہیں ہوگی بلکہ تحریف ہوگی اور محقق کو ہدایت کی جگہ الحاد و زندقہ اور گمراہی کی طرف لے جائے گی۔ ایسی باطل تحقیق کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی واسطہ و سروکار نہیں ہوگا۔ زیرِ مطالعہ مضمون اس سلسلے کا ایک اور مختصر مضمون ہے۔ اس کا مقصد دراصل علمائے کرام کی توجہ

اس اہم کام کی طرف مبذول کراتا ہے اور ان سے یہ درخواست کرتا ہے کہ وہ اس موضوع پر قلم اٹھائیں اور تفصیلی طور پر لکھیں۔ راقم السطور اگرچہ اس کی اہلیت نہیں رکھتا، تاہم وقت کی اہم ضرورت اور تقاضے کے پیشِ نظر کم علمی کے باوجود چند سطور سپردِ قلم کر رہا ہے۔

دینِ اسلام اور شریعتِ اسلامی کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ ان علوم و احکام پر ہے جو قرآنِ مجید اور احادیث میں محفوظ ہیں۔ وہی دین کی اساس و بنیاد ہیں۔ ان میں کچھ کا تعلق اعتقادو ایمانیات سے ہے اور کچھ کا تعلق اعمال سے ہے۔ دوسرے الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے آئی ہوئی ہدایت میں سے ایک حصہ تو وہ ہے جس میں ایسے مستور علوم اور حقیقتیں ہیں جن کو ہم اپنے کسب و فعل سے حاصل نہیں کر سکتے اور ہم کو اس کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان مستور علوم اور حقیقتوں کو بغیر عقلی گھوڑے دوڑا کے مانیں اور ان مغیبات پر ایمان لائیں۔

الٓـمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ..... (البقرہ: ۱تا۳)

الم۔ اس کتاب میں (یعنی اس کے اللہ کی طرف سے ہونے میں) کوئی شک نہیں ہے۔ (یہ) پرہیزگاروں (اور اللہ سے ڈرنے والوں) کو راہ (ہدایت) دکھاتی ہے۔ (وہ ایسے لوگ ہیں) جو بن دیکھی (غیب کی) باتوں (یعنی علوم) پر یقین کرتے ہیں۔

اعتقاد وایمان اور اعمال کا باہمی ربط

یہ غیبی حقیقتیں اور علوم، اسلام کا ایمانی و اعتقادی حصہ ہیں اور یہ حصہ دین میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ دوسرا حصہ انسان کی عملی زندگی سے متعلق ہے جس میں اوامر و نواہی ہیں، یعنی فلاں کام کیا جائے اور فلاں نہ کیا جائے۔ اس حصے کے بہت سے شعبے ہیں۔ مثلاً عبادات کا شعبہ، معاملات کا شعبہ، اخلاقیات و معاشرت کا شعبہ دین کی تبلیغ و اشاعت اور اس کی نصرت و دعوت کا شعبہ اور سیاستِ مدن کا شعبہ وغیرہ۔ دین کا یہ حصہ پہلے حصے پر قائم ہے۔ پہلا حصہ الگ کر دیا جائے تو دوسرا حصہ بے حیثیت و بے حقیقت ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ "عملوا الصلحت" سے قبل "امنوا" کا ذکر ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ..... (البینہ: ۷)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور (انھوں نے) اچھے کام (اعمالِ صالحہ) کیے وہ ساری خلقت میں بہتر ہیں ..."

ان کے مقابل میں اس سورۃ میں ایک آیت اس سے پہلے ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰٓئِكَ

هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ (البینہ ۶)

بے شک اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) اور مشرکوں میں سے جو کافر ہے (یعنی انھوں نے رسولؐ اور آپؐ کے ذریعے لائی گئی شریعت کو نہ مانا) وہ (قیامت کے دن دوزخ کی) آگ میں ہوں گے (اور) ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ وہ ساری خلقت میں بدترین ہیں۔"

یہاں اہل کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) پچھلی آسمانی کتابوں کا علم رکھنے کے باوجود آخری رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے لائی گئی شریعت پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے کافر قرار دیے گئے اور مشرکین کی مانند ان کے لیے بھی خلود فی النار کا حکم ہوا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آسمانی علوم کا علم رکھنا (اور ان پر عمل کرنا) بھی بغیر کامل ایمان کے بے کار ہے کیوں کہ اہل کتاب اپنے علم کے مطابق کسی نہ کسی درجے میں عمل تو کرتے ہی تھے۔ اس لیے جب تک ایمان کے پورے اجزا پر مکمل یقین نہیں ہوگا، علوم فائدہ نہیں دے سکتے۔ اعمال و علوم کے مقابلے میں ایمان کی بنیادی حیثیت کا اندازہ ایک اور آیت کے مطالعے سے زیادہ واضح ہوتا ہے:

" لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ "... (البقرہ ۱۷۷)

"نیکی یہی نہیں ہے کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف۔ نیک شخص وہ ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر، اور سب فرشتوں پر، اور کتاب (یعنی قرآن) پر (یا یہ کہ تمام آسمانی کتابوں پر) اور تمام پیغمبروں پر..."

اس کے بعد اس آیت کریمہ میں مختلف اعمال صالحہ کا تذکرہ ہے۔ یعنی تمام اعمال کی بنیاد اور اساس ایمان کو بتایا گیا، پھر اعمال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جب اعمال بغیر ایمان کے معتبر نہیں تو پھر ان اعمال کا علم بغیر ایمان و یقین کے کیوں کر معتبر ہوگا۔ آج کل کچھ حلقوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا عقائد سے الگ ہو کر صرف بحیثیت ایک اعلیٰ انسان کے مطالعہ کرنے کی آواز بلند کی جا رہی ہے، اور بعض لوگ صاف صاف یہ کہتے ہیں کہ آپ کی سیرت کا مطالعہ اس عقیدے سے الگ ہو کر کیا جائے کہ آپؐ ایک نبیؐ اور رسولؐ تھے۔ کیا مکے کے مشرکین اور ان کے ابوجہل و ابولہب جیسے سردار بالاتفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اعلیٰ کردار کا انسان، صادق اور امین نہیں مانتے تھے؟ آپؐ کے تدبر کے اعتراف کا یہ عالم تھا کہ آپ کو تمام عرب کا بادشاہ ماننے کو تیار تھے، لیکن صرف نبی اور رسول ماننے کو راضی نہیں تھے۔ موجودہ دور میں مستشرقین نے بھی مغربی زبانوں میں سیرت پر لکھی گئی کتابوں میں آپ کے تدبر اور اعلیٰ کردار کا اعتراف کیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ سیرت کا مطالعہ

عقیدے سے الگ ہوکر معروضی (Objectively) طور پر کیا جائے - یہ اسی جہالت کا نعرہ ہے جو چودہ سو سال قبل مشرکین مکہ نے بلند کیا تھا - فرق یہ ہے کہ وہ امیوں (ناخواندہ لوگوں) کی طرف سے لگایا گیا تھا اور یہ نام نہاد اسکالرز کی طرف سے بلند کیا جا رہا ہے -

ایمان اور اعمال کے ربط کے سلسلے میں قرآن کریم کی آیات کی ایک لمبی فہرست ہے، جس کا قرآن کریم میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے - یہاں صرف اشارہ کرنا مقصود تھا - احادیث میں بھی اس کی جگہ جگہ وضاحت کی گئی ہے:

عن ابی ھریرۃ ؓ ان اعرابیاً اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال دلّنی علی عمل اذا عملتہ دخلت الجنۃ فقال تعبد اللہ لا تشرک باللہ شیئاً وتقیم الصلوۃ المکتوبۃ وتؤدی الزکاۃ المفروضۃ وتصوم رمضان - قال والذی نفسی بیدہ لا ازید علی ھذا فلما ولی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان ینظر الی رجل من اھل الجنۃ فلینظر الی ھٰذا - (اخرجہ البخاری فی کتاب الزکوۃ ، ومسلم فی کتاب الایمان)

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتا دیجیے جس کو کرنے کے بعد میں جنت میں داخل ہو جاؤں - آپ نے فرمایا تو اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو، اور فرض نماز کو قائم کر، جو زکوٰۃ فرض ہوئی ہو اس کو ادا کر، اور (ماہ) رمضان کے روزے رکھ، اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ (قبضے) میں میری جان ہے - میں اس پر زیادتی نہیں کروں گا - جب وہ واپس چلا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو جنتیوں میں سے کسی آدمی کو دیکھنے سے خوشی ہوتی ہو وہ اس (شخص) کو دیکھ لے -"

اس حدیث میں شرک باللہ کو عمل کا ایک حصہ بتایا گیا ہے - اس حدیث پر کیے گئے منطقیانہ مباحث سے قطع نظر یہ بات صاف طور پر اخذ کی جا سکتی ہے کہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانے کو عمل پر نہ صرف مقدم رکھا گیا ہے بلکہ اس کو عبادت کے (صحیح ہونے کے) لیے بطور شرط رکھا گیا ہے - یعنی بغیر اس بات پر ایمان لائے کہ اللہ ایک ہے (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نبی و رسول ہیں) عبادت، عبادت نہیں بن سکتی - اس مفہوم کی کئی احادیث بخاری اور مسلم جیسی کتب حدیث میں موجود ہیں، دوسری کتابوں کا تذکرہ ہی کیا ہے - ایمان باللہ کا مفہوم بخاری و مسلم کی روایت کردہ ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے - وفد عبد القیس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کو حکم دیا کہ اللہ واحد پر ایمان لائیں - پھر آپ نے

ن سے دریافت کیا :

اتدرون ما الایمان باللہ وحدہٗ

کیا تم جانتے ہو کہ اللہ واحد پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے ؟

قالوا اللہ و رسولہ اعلم

انھوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں ۔

قال : شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکاۃ و صیام رمضان و ان تعطوا من المغنم الخمس ... الخ ۔" (اخرجہ البخاری فی کتاب الایمان و مسلم فی کتاب الایمان)

آپ نے فرمایا (الایمان باللہ وحدہ کا مطلب یہ ہے کہ) تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ (جل شانہ) کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں ۔ نماز قائم کرو ، زکوٰۃ ادا کرو ، (ماہ) رمضان کے روزے رکھو ، اور مالِ غنیمت میں سے خمس (پانچواں حصہ) ادا کرو --- الخ

اس حدیث میں اللہ واحد پر ایمان کا مطلب نہ صرف رسول پر (اور ظاہر ہے ان تمام مغیبات پر بھی جو کہ اللہ اور اس کے رسول نے بتائی ہیں) ایمان لانا بتایا گیا ہے ، بلکہ اعمال کو بھی اسی ذیل میں لایا گیا ہے۔ اس سے ایمان و اعمال کا باہمی ربط بالکل واضح ہو جاتا ہے ۔ ایک دوسری حدیث میں ہے :

عن عبادۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من شہد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ و ان محمداً عبدہٗ و رسولہ و ان عیسٰی عبد اللہ و رسولہ و کلمتہ القاھا الی مریم و روح منہ ، و الجنۃ حقٌّ و النار حق ادخلہ اللہ الجنۃ علی ما کان من العمل قال الولید حدثنی ابن جابر عن عمیر عن جنادۃ و زاد من ابواب الجنۃ الثمانیۃ ایتھا شاء (اخرجہ البخاری فی کتاب الانبیاء و مسلم فی کتاب الایمان)

"حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم (علیہا السلام) کو پہنچایا تھا اور اس کی (ایک) روح ہیں اور (یہ کہ) جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اللہ

تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دے گا وہ جیسے بھی عمل کرتا ہو۔ ولید نے ابن جابر سے عمیر اور جنادہ کے واسطے سے (اس حدیث میں) یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے (اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا)۔

اس حدیث سے ایمان و اعتقاد کی اہمیت صاف طور پر عیاں ہے۔ دیگر روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ ایمان میں نقص ہونے سے اعمال پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال آیة المنافق ثلاث، اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان

حضرت ابوہریرہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافق کی تین علامتیں ہیں۔ جب وہ گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور امانت میں خیانت کرے۔

ظاہر ہے کہ منافق کے ایمان میں صد درجہ نقص ہوتا ہے۔ یہ نقص اس کے اعمال سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے اعمال کا ربط ظاہر ہے۔ جب ایمان کے نقص کا اثر اعمال پر اس طرح ظاہر ہوتا ہے تو اعمال کے علم پر اس کا اثر خود بخود سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے علما نے کہا ہے کہ علم حتی الامکان متقی اور پرہیزگار علما سے ہی حاصل کیا جائے اور اہل کو سکھایا جائے۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البر نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "علم کی آفت نسیان ہے اور علم کی تباہی یہ ہے کہ نا اہل کے حوالے کر دیا جائے"۔ علم الحدیث میں رجال پر نقد و جرح کا مدار (قوت حافظہ کے علاوہ) رواۃ کے کردار و عمل پر ہی ہے۔ خاص طور پر کذب و صدق پر۔ اب جو لوگ اس دور میں محض بڑے بڑے تعلیمی وظائف یا شہرت کی خاطر یہود و نصاریٰ (مستشرقین) سے علوم اسلامیہ حاصل کرتے ہیں وہ اپنے علم کی سند پر خود غور کر سکتے ہیں۔ ایسا دینی علم مسلمانوں کے لیے کس طرح قابل اعتبار ہو سکتا ہے جس کو ان لوگوں سے حاصل کیا جائے جن کے عقائد (اور اعمال بھی) اس علم کے مخالف ہوں اور جو قرآن و حدیث کے مطابق کفار کے زمرے میں آتے ہیں ـــ منافقوں سے بھی گرے ہوئے ـــ

عقائد و علم کا باہم ربط

مندرجہ بالا سطور سے عقائد و علم کے باہمی ربط کا کسی قدر اندازہ ہو گیا ہو گا۔ اب ہم اس موضوع پر مختصراً براہِ راست غور کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل آیت سے علم و عقائد کے اس ربط پر روشنی پڑتی ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ج (القصص، ۸۰)

اور جو اہلِ علم لوگ تھے انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ (کے گھر) کا ثواب (ہزار درجہ) بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔

یعنی علم کا تقاضا ہے کہ ایمان کے تمام جزئیات پر بشمول آخرت کامل یقین ہو اور وہ آخرت میں ملنے والے اجر پر ایسا یقین رکھتا ہو کہ دنیا میں حرص و طمع کا شکار نہ ہو جس طرح قارون ہوا تھا۔ جس کے مال و متاع کو دیکھ کر بہت سے دنیا پرست لوگ متاثر ہوئے تھے اور پھر اس زمانے کے اہلِ علم نے مندرجہ بالا آیت میں مذکور حقیقت کو واضح کیا تھا۔ یہ آیت قارون کے واقعے کے ذیل ہی میں ذکر کی گئی ہے۔ اسی طرح اہلِ علم قیامت کے دن بھی اپنے اس ایمان کا مظاہرہ کریں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (الروم، ۵۶)

اور جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا ہوا ہے وہ (قیامت کے دن مجرموں سے جن کا آخرت پر یقین نہیں تھا اور جن کا بیان اس آیت سے قبل گزر چکا ہے) کہیں گے کہ تم تو (جیسے) لوح محفوظ میں (لکھا ہے) قیامت تک (برزخ میں) پڑے رہے۔ سو قیامت کا دن (اب آ گیا ہے اور) یہی ہے۔ لیکن تم (اس دن پر یقین نہیں کرتے تھے اس کا) علم نہیں رکھتے تھے۔

کچھ علما کے مطابق علم اور یقین کے ربط کے سلسلے میں مندرجہ ذیل آیت میں ایک عجیب استعارہ آیا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ط وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ط (الاعراف، ۲۶)

اے آدم کی اولاد! ہم نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا جو کہ تمہاری پردہ داریوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس، یہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

امام غزالیؒ احیاء العلوم (باب اوّل) میں تحریر کرتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر میں بعضوں نے کہا ہے کہ لباس سے مراد علم ہے اور ریش سے مراد یقین ہے اور لباسِ تقویٰ سے مراد حیا ہے۔ اس موقع پر احیاء العلوم میں درج فضیلتِ علم سے متعلق احادیث پر امام غزالی کی تشریحات کا ایک اقتباس تحریر کیا جاتا ہے۔ اس سے علم اور ایمان کا باہمی ربط واضح ہو جائے گا۔ قوسین میں تحریر کردہ مطالب و توضیحات راقم السطور کی ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین ویلہمہ رشدہ۔ (جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں سمجھ اور خیر کی راہ کا الہام کرتا ہے) اور فرمایا العلماء ورثۃ الانبیاء (یعنی علما انبیا کے وارث ہوتے ہیں) اس میں انبیا کی وراثت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ انبیا کے تعلیم کردہ ایمان کے بھی وارث ہوتے ہیں) اور ظاہر ہے کوئی مرتبہ نبوت سے بڑھ کر نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس رتبے کی وراثت سے بڑھ کر کوئی اور شرف بھی نہیں۔ اور فرمایا کہ عالم کے واسطے زمین اور آسمانوں میں جو چیز ہے مغفرت طلب کرتی ہے۔ اس سے بڑھ کر کون سا منصب ہوگا جس منصب والے کے لیے آسمان و زمین کے فرشتے مغفرت چاہنے میں مشغول رہتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکومت شریف کی بزرگی زیادہ کرتی ہے اور مملوک کو اتنا اونچا کرتی ہے کہ اس کو بادشاہوں کی جگہ میں بٹھلا دیتی ہے۔ اس حدیث میں آپ نے علم کا نتیجہ دنیا میں ارشاد فرمادیا اور یہ ظاہر ہے کہ آخرت دنیا کی نسبت بہتر اور پائیدار ہوتی ہے۔ اور فرمایا کہ خصلتان لا یکونان فی منافق حسن سمت و فقہ فی الدین (یعنی دو خصلتیں منافق میں نہیں ہوتیں۔ اوّل خوبی ہدایت، دوم دین میں سمجھ) اوپر تحریر کردہ ایک حدیث میں منافق کی تین علامتیں بتائی گئی ہیں، یہاں اس کے برعکس یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کسی میں دین کی سمجھ اور خوبی پائی جاتی ہو تو منافق نہیں ہوسکتا۔ یعنی صحیح معنی میں صاحبِ علم اور فقیہ صاحبِ ایمان ضرور ہوگا اور نفاق سے بری ہوگا۔ اس حدیث کی تشریح میں امام صاحب آگے تحریر کرتے ہیں۔ اس حدیث میں بعض فقہائے وقت کا نفاق دیکھ کر تم کو شک نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ فقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ علم نہیں کہ جس کو تم فقہ خیال کرتے ہو بلکہ فقہ کے معنی آگے مذکور ہوں گے۔ اور ادنیٰ درجہ فقیہ کا، یہ ہے کہ اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے۔ (یہاں امام غزالی نے علم اور ایمان کا ربط بالکل واضح فرمادیا ہے کہ عالم کے اندر جس درجے کا ایمان ہوگا، اسی درجے کا تفقہ فی الدین بھی ہوگا) ۔ اور یہ بات جب فقیہ میں ٹھیک اور غالب ہوجاتی ہے تو اس کو نفاق اور ریا و نمود سے بری کردیتی ہے اور فرمایا کہ لوگوں میں بہتر اور صاحبِ ایمان وہ عالم ہے کہ اگر لوگ اس کے پاس حاجت لے کر جائیں تو وہ ان کو فائدہ دے اور اگر اس سے بے پروائی کریں تو وہ اپنے نفس کو بے پروا کرلے اور فرمایا کہ ایمان ننگا ہے اور اس کی پوشش تقویٰ ہے، اور اس کی آرائش حیا اور اس کا ثمرہ علم ہے۔..." (احیاء العلوم۔ اردو ترجمہ از مولانا محمد احسن نانوتوی، کراچی ۱۹۷۹ء، جلد اوّل، ص ۵۱، ۵۲)

امام غزالی نے اس سلسلے میں متعدد احادیث اور آثار نقل کیے ہیں، جیسا کہ مندرجہ بالا آخری حدیث

جس کی تحریر ہی علم پر بنیاد کی ہے۔ یہ معاملہ یہ ہے ایمان کا ثمرہ علم ہے۔ اگر ایمان کو علم سے الگ کر دیا جائے تو پھر اس کا ثمرہ یعنی علم کس طرح حاصل ہوگا۔ اس وجہ سے علم بعد از ایمان ہے یہ پیدا ہو کر حاصل کیا جاتا ہے۔ علم کہلانے کا مستحق یہی نہیں بلکہ اسلام یا علم ہیں۔ در اصل علم کو عقائد سے الگ کرنے کی تحریک مستشرقین نے اس وجہ سے شروع کی ہے کہ موجودہ دور میں علماء یا اہل عقائد کی تردید سے غافل ہو کر غیر مفید و بیکار مباحث و تحقیق میں الجھ کر رہ جائیں اور لوگوں کے عقائد و نظریات کو خراب کرتے چلے جائیں۔ نتیجۃً آہستہ آہستہ اسلامی تعلیمات مسخ ہو کر نظروں سے اس طرح اوجھل ہو جائیں جس طرح پچھلی مذہبی کتابوں کی تعلیمات مسخ کر دی گئی تھیں۔ امام غزالی اپنی ایک اہم کتاب جواہر القرآن میں تحریر کرتے ہیں:

" الثاني هو محاجة الكفار ومجادلتهم ومنه يتشعب علم الكلام المقصود لرد الضلالات والبدع وإزالة الشبهات ويتكفل به المتكلمون وهذا العلم قد شرحناه على طبقتين سمينا الطبقة القريبة منها الرسالة القدسية والطبقة التي فوقها الاقتصاد في الاعتقاد ومقصود هذا العلم حراسة عقيدة العوام من تشويش المبتدعة ... " (كذا في الكلام لشبلي نعماني، ص ۳)

" دوسرا علم کافروں سے بحث و مجادلہ کرنا ہے اور اس سے علم الکلام پیدا ہوتا ہے جس کا مقصود یہ ہے کہ بدعتوں کا رد کیا جائے اور شبہے زائل کیے جائیں اور اس علم کے متکفل متکلمین ہیں اور ہم نے اس علم کو دو انداز پر لکھا جو معمولی ہے اس کا نام رسالہ قدسیہ ہے اور جو اس سے بلند تر ہے اس کا نام الاقتصاد فی الاعتقاد ہے اور مقصود اس علم کا عوام کے عقیدوں کو بدعتوں کی رخنہ اندازی سے محفوظ رکھنا ہے ... "

جب علوم کو عقائد سے الگ کر دیا جائے گا تو پھر باقی کیا رہ جائے گا۔ اس صورت میں نہ صرف عوام بلکہ نام نہاد ترقی پسند اسکالرز بھی گمراہ ہوں گے اور بدعات و کفریات میں مبتلا ہوں گے جیسا کہ آج کل عام طور پر دیکھنے میں آ رہا ہے۔ اصل یہ ہے کہ صحیح عقائد کے ساتھ علم کی فضیلت یہ ہے:

العلم فيه حياة للقلوب — كما تحيا البلاد إذا ما مسها المطر
والعلم يجلو العمى عن قلب صاحبه — كما يجلي سواد الظلمة القمر

(كذا في جامع بيان العلم وفضله للعلامة ابن عبد البر ندوة المصنفين، ص ۴۷)

(دلوں کے لیے علم میں اسی طرح زندگی ہے جس طرح مینہ سے زمین زندہ ہوتی ہے۔ علم جہل کو دل سے اس طرح زائل کر دیتا ہے جس طرح چاند اندھیرے گھپ کو۔)

یادگارِ شبلی

ڈاکٹر شیخ محمد اکرام

اس کتاب میں شبلی نعمانی کے مفصل حالاتِ زندگی اور ان کی تصانیف اور کارناموں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔
شمس العلما علامہ شبلی نعمانی کو ہمارے ادب اور تاریخ میں جو بلند مقام حاصل ہے، وہ محتاجِ بیان نہیں۔ ان کے احوالِ زندگی سید سلیمان ندوی مرحوم نے حیاتِ شبلی میں جمع کیے تھے۔ تصانیف کے متعلق وہ ایک علیحدہ کتاب لکھنا چاہتے تھے، لیکن یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا۔ ڈاکٹر اکرام صاحب کی اس کتاب یادگارِ شبلی میں نہ صرف مکمل حیاتِ زندگی ہیں بلکہ اس کے ساتھ وہ مواد بھی سمیٹ لیا گیا ہے جو سید سلیمان ندوی کی تصنیف حیاتِ شبلی کی اشاعت کے بعد دستیاب ہوا ہے، نیز علامہ شبلی کی ایک ایک کتاب پر علیحدہ تفصیلی تبصرہ بھی ہے۔

صفحات ۵۰۰ قیمت -/۳۰ روپے

اساسیاتِ اسلام

مولانا محمد حنیف ندوی

اسلام کے بنیادی تصورات کیا ہیں اور کس حد تک ان سے فرد و معاشرہ کے تقاضے پورے ہوتے ہیں، موجودہ دور کے غلط علمی رجحانات نے کن غلط فہمیوں کو جنم دیا ہے اور اسلام کے نقطۂ نظر سے ان کا کیا جواب ہے؟ اسلام علوم و فنون کے ارتقا کو کس نگاہ سے دیکھتا ہے اور عقیدے و عمل کے وہ کون سے خطوط ہیں جو انسانیت کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوسکتے ہیں؟

اساسیاتِ اسلام میں ان سوالات سے متعلق بڑے یقین پرور اور پُراسلوب انداز میں بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اسلام میں ان تمام مشکلات کا تسلی بخش حل پایا جاتا ہے، جن سے کہ آج نوعِ انسانی دوچار ہے۔

صفحات ۱۶+۳۸۴ قیمت -/۲۵ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور